حج اور اتحاد بین المسلمین

صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد نقوی رحمت مآب طاب ثراہ

جب سے انسان کا زمین پر وجود ہے، نقلِ مکان اور سفر کا سلسلہ بھی جاری ہے، ابوالبشر جناب آدم علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سراندیپ میں اترے لیکن وہ سفر کرتے ہوئے حجاز تک تشریف لے گئے۔ آبادی کے اضافے کے ساتھ ساتھ لوگ گروہ در گروہ ضروریات زندگی کی تلاش میں وطن چھوڑ کر نئے وطن کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ کبھی طاقت ور قبائل نے حملہ آور ہوکر کمزور قبیلوں کو ترک وطن پر مجبور کر دیا، کبھی لوگ کسب معاش کے لئے کارواں در کارواں گھروں سے نکلے۔ کبھی سفر کا مقصد سیر و سیاحت اور تفریح قرار پایا، کبھی لوگ تحقیق و جستجو کے فطری جذبے کی تسکین کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے دکھائی دیئے۔

مگر مذکورہ بالا تمام مقاصد سے بے نیاز گروہ در گروہ اور کارواں در کارواں سفر کی صعوبت برداشت کرنے والوں کا ایک سلسلہ اور بھی ملتا ہے جو ہزاروں برس سے اطراف و اکناف عالم سے ایک مخصوص مرکز کی طرف سرگرم سفر ہے۔ ان مسافروں کے پیش نظر نہ سیاحت ہے نہ جستجو و تحقیق، نہ ان کو کسی نے وطن سے نکالا ہے، نہ انھیں کسی زرخیز وطن کی تلاش ہے۔ ان کا مقصد سفر اور منزل مقصود ایک بے آب و گیاہ صحرا اور چٹیل میدان، ایک سنگلاخ زمین ہے، جہاں نہ مادی منافع کے امکانات ہیں اور نہ قابل دید عمارات و قصور، نہ فرحت افزا مرغزار، بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبرؑ کا اعلان تھا جس پر ایمان لانے والوں کی ارواح نے لبیک کہی یہ وہی لوگ ہیں جو روحانی جذب و کشش کے ماتحت کچھ پیادہ پا اور کچھ سواریوں پر اس وعدے کے تکمیل کے لئے ہر طرح کی زحمتیں برداشت کرتے ہوئے بیابانوں، پہاڑوں اور جنگلوں کی مسافتیں طے کرتے ہوئے خدا کے گھر کی طرف **لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ** کی صدا والہانہ انداز میں بلند کرتے ہوئے بڑھ رہے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں جناب ابراہیمؑ کو اللہ کے اس حکم کا ذکر موجود ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ (سورہ حج:۲۷)

''اے میرے مخلص بندو! تم باپ بیٹوں نے مل جل کر میرا گھر بنا لیا، اب اے میرے خلیل ابراہیمؑ! لوگوں میں حج کا اعلان بھی کر دیجئے۔ آپ دیکھئے گا کہ لوگ کیوں کر آپ کے اعلان کی پاپیادہ اور لاغر اندام تیز رو ناقوں پر لبیک کہتے ہوئے دور دراز مقامات سے آئیں گے۔''

بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال آتا ہوگا کہ اللہ کو اپنا گھر بنوانا تھا تو کسی فرحت افزا مقام پر، کسی سرسبز وادی میں بنایا ہوتا، کہ حج کا حج ہوتا اور تفریح کی تفریح۔ مگر یہ مکان ایسی جگہ بنایا گیا جہاں اطاعت خدا کے علاوہ اور کوئی ذاتی فائدہ

پیش نگاہ نہ ہو، دل پاک ہو، نیت پاک ہو، عمل خالص ہو، پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی اور مرضی ہو۔

اگر قابل دید عمارتیں، سرسبز وشاداب وادیاں، اُبلتے ہوئے چشمے، جاذب نظر مناظر ہوتے تو لوگ تفریحوں میں پڑ کر حج کے اصل مقصد کو فراموش کر دیتے۔ مکہ مکرمہ دنیا پرستوں اور عیاش لوگوں کا مطمح نظر بن جاتا۔ اللہ کے نام پر سب کچھ قربان کر دینے والوں اور اس کی رضا کے لئے ہر زحمت برداشت کرنے والوں کی گنجائش کہاں رہتی۔

آج جب کہ ہر طرح کی سفری سہولتیں حاصل ہیں، بہترین ہوٹل قیام کے لئے موجود ہیں۔ پیسہ ہو تو آرام کا ہر سامان مہیا ہے، پھر بھی حج کرنے والوں سے پوچھئے کہ لاکھوں کے اژدہام میں کیا گذرتی ہے۔ ایک مرتبہ حج کر کے سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ نے حج زندگی میں صرف ایک بار کیوں فرض کیا؟ اور پھر تصور کیجئے پہاڑوں، ریگزاروں، بیابانوں، خطرناک درندوں اور وادیوں کا پاپیادہ اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں پر سفر کر کے سرد گرم حالات سے مقابلہ کرتے ہوئے جب لوگ اس مکان کی زیارت کے لئے آتے ہوں گے تو ان کے دلوں میں سوائے اللہ کی خوشنودی اور فرمان رسولؐ کی اطاعت، آخرت کی کامیابی اور اسلام و مسلمانوں کے لئے نیک خواہشات اور خیر خواہی کے جذبات کے علاوہ اور کیا جذبہ ہوتا ہوگا؟ ایسے فداکار جو ایک فریضہ کو بجالانے کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈال دیں، اگر اسلام پر کوئی سخت وقت پڑ جائے اور پورا اسلام خطرے میں ہو تو اپنی جان، مال غرض سب کچھ نثار کر کے اسلام کی حفاظت کے لئے کیوں نہ آمادہ ہو جائیں گے؟

ان ہتھیلی پر جان رکھ کر آنے والوں کو جب مسجد الحرام کے بلند و بالا مینار اور کعبہ کی مقدس عمارت، نظر آتی ہوگی تو ان کے اُبلتے ہوئے جذبات، عقیدت اور خلوص قلب کی نشانی بن کر رخساروں پر بہتے ہوئے ہوں گے جن میں ریاکاری کا کوئی شائبہ نہ ہوتا ہوگا؟

شاید اللہ تعالیٰ نے فریضۂ حج صرف اس لئے مقرر کیا ہے کہ یہ پتہ چل جائے کہ کون فرماں بردار ہے اور کون نافرمان یعنی احکام حج کا مطلب صرف امتحان ہے اس کے ساتھ ساتھ حج میں کچھ اور اہم فوائد و مقاصد بھی پائے جاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے احکام کی بجا آوری اطاعت کی نیت سے کرنا چاہئے۔ اسی نیت پر ثواب و اجر اُخروی مرتب ہوتا ہے لیکن کیا اخروی ثواب کے علاوہ شریعت کے احکام میں جن میں حج بھی شامل ہے دنیاوی فوائد بھی ہیں یا نہیں، یہ بات سمجھنے کے لئے دو بنیادی باتوں پر غور کرنا ضروری ہے:

۱۔ کیا کوئی بات ذاتی طور پر اچھی یا بری ہوتی ہے، حسن و قبح اشیائے عقل ہیں، یا یہ کہ صرف احکام شرعیہ پر موقوف ہے یعنی یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اللہ کے حکم سے پہلے نہ کوئی بات اچھی تھی نہ بری، جن باتوں کا اللہ نے حکم دیا وہ اچھی ہوگئیں اور جن سے روک دیا وہ بری ہوگئیں مختصر لفظوں میں اچھائی اور برائی احکام شرعیہ کی تابع ہے یا کسی بات کے اچھے برے ہونے کی بنا پر اللہ اس کا حکم دیتا یا منع کرتا ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے احکام کسی غرض و غایت کے ماتحت ہوتے ہیں یا نہیں؟ یعنی قرآن مجید میں جو یہ ارشاد ہے کہ اللہ حاکم مطلق ہے وہ جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے، اس کے افعال و احکام میں کسی مقصد کی تلاش بے سود ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم مطلق ہونے کی بنا پر وہ کسی کے سامنے جواب دہ تو نہیں ہے مگر کرتا وہی ہے جو مصالح کے

مطابق ہوتا ہے۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ۔ (سورہ ملک: ۳)

''بار بار غور کرو، تخلیق میں کوئی جھول اور بے محل بات نظر نہ آئے گی۔ یہی مصالح ومقاصد تو خالق علیم وحکیم کے وجود کی دلیل ہیں جن کی بناء پر عالم کو اتفاقی حادثہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کبھی ان مصالح تک ہماری عقل پہنچ جاتی ہے اور کبھی نہیں۔''

یہی حال احکام شرعیہ کا بھی ہے جو سب کے سب عقل کے مطابق ہیں، البتہ کبھی ان مصالح تک عقل کی رسائی ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔

قرآن مجید سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ۔ (نحل: ۹۰)

اللہ انھیں باتوں کا حکم دیتا ہے جن میں عدل واحسان ہو، اور قرابت داروں کی مدد کا حکم دیتا ہے اور انھیں ایسی باتوں سے روکتا ہے جو فحشاء اور منکر ہیں یا سرکشی اور حد سے بڑھ جانے کا سبب ہیں۔ نماز کے لئے ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ۔

(عنکبوت: ۴۵)

دن میں پانچ مرتبہ بارگاہِ الٰہی میں حاضری اور اللہ کے حضور سجدہ اگر صرف دکھاوے کے لئے یا عادتاً نہ ہو تو نفس میں ایسا ملکہ اور پاکیزگی پیدا ہوگی جو برائیوں سے روک دے گی۔ اس کے علاوہ قیام وقعود، ذکر وقرأت، جماعت اور مسجد کے احکام نہ معلوم کتنے روحانی، اخلاقی اور معاشرتی فوائد رکھتے ہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (بقرہ: ۱۸۳)

روزے کی غرض تقویٰ کو قرار دیا گیا۔ تقویٰ کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو خواہشات نفس اور جذبات پر قابو ہو۔ یہ بے لگام جذبات اور خواہشات کا طوفان ہی ہے جو انسان کو برائیوں کے گڑھے میں ڈھکیل دیتا ہے۔ روزے سے جذبات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک معین مہینہ میں ایک ساتھ کھانے اور سب کے ساتھ بھوکے رہنے سے باہمی ارتباط قوی ہوگا۔ بعض روایات میں ایک فائدہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حکم الٰہی سے بھوکے رہ کر اغنیا کو فقراء کے درد کا احساس ہوگا اور اس طرح ان میں ترحم کا جذبہ پیدا ہوگا۔

فئی کے سلسلے میں مال کو مستحقین میں تقسیم کی غرض قرآن مجید نے یہ بتائی ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ۔ (حشر: ۷)

مال دولت مندوں ہی میں ہر پھر کر نہ رہ جائے۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ کو دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جانا پسند نہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ شریعت کے احکام میں ثواب اخروی کے علاوہ جو نیتِ تقرب کی بنا پر حاصل ہوتا ہے۔ دنیاوی فوائد اور مصالح پائے جاتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ حج بیت اللہ جیسے عظیم حکم میں کوئی مقصد ومصلحت سوائے اختیار واطمینان اور آخرت کے ثواب کے نہ پائی جاتی ہو۔ جب کہ قرآن مجید نے یہ اعلان بھی فرمادیا ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ۔ (حج: ۲۹)

منافع کے لفظ میں شخصی قومی اور بین الاقوامی تمام منافع آجاتے ہیں۔ اسی طرح تفث میں جسمانی، روحانی، اخلاقی گندگیاں، سب کا دور کرنا داخل ہے۔ دونوں لفظوں میں بڑی گنجائش ہے۔ مگر مجھے اس مقالہ میں ان منافع کے صرف ایک پہلو یعنی حج کے نتیجہ میں ''اتحاد المسلمین'' پر طائرانہ نظر ڈالتا ہے۔

اس میں تو شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اسلام فتنہ وفساد کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ اس کا مطمع نظر اتفاق واتحاد ہے۔ اہل کتاب تک کو قران دعوت دے رہا ہے:

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ۔

(آل عمران: ۶۴)

آؤ اس کلمہ پر متحد ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ مومنین کو قرآن ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔ وہ مسلمانوں میں باہمی الفت ومحبت کو اللہ کی نعمت قرار دیتا ہے:

وَ اذْکُرُوا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا۔

(آل عمران: ۱۰۳)

تفرقہ اور انتشار کی مذمت کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ وَ لَا تَفَرَّقُوْا۔

رسالت مآبؐ کی مشہور ومعروف احادیث دعوت اتحاد دیتی ہیں۔ کبھی ارشاد ملتا ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَدِہٖ وَ لِسَانِہٖ۔

کسی حدیث میں بتایا جاتا ہے:

اَلْمُسْلِمُوْنَ کَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ۔

مسجدوں کو مرکز عبادت قرار دینا، نماز جماعت کی تعلیم، ایک معین مہینہ میں روزوں کا فرض کیا جانا تاکہ بھوکے رہیں تو سب اور کھائیں تو سب، ایک ہی دن سب مسلمانوں کے لئے عیدین کا معین کرنا تاکہ خوش رہیں تو ایک ساتھ اور رنجیدہ ہوں تو ایک ساتھ۔ خمس وزکوٰۃ وغیرہ کا وجوب، کیا یہ تمام احکام مسلمانوں کو متحد اور صف بستہ کرنے کا ذریعہ نہیں ہیں؟

آیئے دیکھیں حج بیت اللہ کس طرح درسِ اتحاد دیتا ہے۔ اگر صرف خانۂ خدا کی زیارت مقصود ہوتی، اگر صرف مزدلفہ، منیٰ، مشعر الحرام میں یاد الٰہی اور مناسک انجام دلوانا ہوتے تو یہ باتیں کوئی شخص کسی مہینے میں بھی انجام دے سکتا تھا، پھر ایک معین زمانے کی قید کیوں؟

اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاس۔

کا اعلان کیوں ہو؟ اپنی اپنی قومی زبانیں چھوڑ کر سب ایک زبان ہو کر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کیوں کہیں سب مکہ مکرمہ سے ایک ساتھ عرفات، مزدلفہ، منیٰ کیوں جائیں؟

کیا یہ باتیں اس طرف اشارہ نہیں کرتیں کہ اللہ سب مسلمانوں کو ہم رنگ، ہم زبان، ہم لباس دیکھنا چاہتا ہے تاکہ سب کی منزل ایک ہو، سب کا مقصد ایک ہو، سب کا مرکز محبت متحد ہو، جس کے گرد پرکار کی طرح گردش کرتے رہیں۔ بہت سی غلط فہمیاں دوری سے پیدا ہوتی ہیں، باہمی روابط وتعلقات دلوں کو صاف کردیتے ہیں۔ جب تمام دنیا سے آئے ہوئے مختلف عقائد وخیال اور مکاتب نظر کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھیں گے آپس میں گفتگو ہوگی، قریب سے سمجھنے کا موقع ملے گا تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی اور تفرقہ اندازوں کی غلط بیانیوں کا پردہ فاش ہو جائے گا۔

رباعی

علامہ ماتی جائسی

مشکل کو بھی آسان سمجھتا ہوں میں
جو عقدہ کشا ہے اس کا بندا ہوں میں
جا، اے غمِ دنیا! مجھے فرصت ہی کہاں
مصروف عزائے شہِ والا ہوں میں